جماعت دہم سبق نمبر ۱۰۔

ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر

ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر ۱۴ اپریل ۱۸۹۱ء کو مدھیہ پردیش میں پیدا ہوئے۔ آپ مہاراشٹر کے مہار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بچپن سے انہیں ذات پات کے بھید بھاؤ کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک دفعہ سکول جاتے ہوئے زور کی بارش ہوئی۔ بارش سے بچنے کیلئے وہ ایک مکان کی دیوار کے سہارے کھڑے ہوئے۔ مکان کی مالکہ نے انہیں وہاں سے چلے جانے کو کہا کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ چھوٹی ذات کا کوئی آدمی اس کے مکان کے ساتھ کھڑا رہے۔ ڈاکٹر امبیڈکر اپنے استادوں کی بے حد عزت کرتے تھے۔ ان کے اسکول میں امبیڈکر نامی ایک استاد تھے جو ذات پات کو نہیں مانتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتے تھے۔ وہ بھیم راؤ کو بہت چاہتے تھے۔ استاد اور شاگرد کا یہ رشتہ ایسا گہرا ہوا کہ آگے چل کر بھیم راؤ نے لفظ امبیڈکر اپنے نام کے ساتھ شامل کر کے اس رشتے کو اور بھی مضبوط بنا دیا۔

امبیڈکر نے اعلیٰ تعلیم انگلستان میں حاصل کی۔ واپسی پر انہوں نے ملک سے چھوت چھات اور ذات پات کی تفریق کو مٹانے کی کوشش کی۔ انہوں نے گاؤں گاؤں جا کر لوگوں پر ظلم اور ناانصافی کے خلاف آواز اُٹھائی۔ چھوٹی ذات کے لوگوں میں خود اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ملک میں ایک بڑا طبقہ چھوت چھات کی وبا کی وجہ سے غربت اور جہالت کا شکار ہوا تھا۔ امبیڈکر تعلیم کی قدر و قیمت سے واقف تھے۔ وہ اس بات سے واقف تھے کہ تعلیم بہت سی برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں اس لئے انہوں نے کمزور طبقوں کی تعلیم کے لئے کئی اسکول اور کالج کھولے۔ عورتوں کی تعلیم پر زور دیا اور ان کے لئے سماج میں برابری کے حقوق کی وکالت کی۔

ملک آزاد ہونے پر امبیڈکر کو آئینِ ہند بنانے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ چھوت چھات اور ذات پات کی تفریق کے علاوہ انہوں نے بھارت کے آئین کو تشکیل دی۔ اس لئے انہیں بھارت کے دستور کا معمار بھی کہا جاتا ہے۔ ۶ دسمبر ۱۹۵۶ء کو بھارت کی یہ عظیم ہستی اس دنیا سے چل پڑے۔

الفاظ	معنی	جملے
تفریق	فرق	اچھائی اور برائی میں تفریق کرنا سیکھنا چاہیئے۔
خود اعتمادی	اپنے آپ پر بھروسہ	اپنے آپ میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کرنا چاہیئے۔

حقوق	حق کی جمع	اپنے حقوق کے لئے لڑنا سب سے بڑا جہاد ہے۔
معمار	تعمیر کرنے والا	استاد قوم کا معمار ہوتا ہے۔
عظیم	بڑا	مہاتما گاندھی بھارت کے عظیم لیڈر تھے۔
ذات	طبقہ	اسلام ذات پات کی تفریق کو نہیں مانتا ہے۔
اعلیٰ	اونچا	اللہ کے دربار میں اعلیٰ اور ادنیٰ برابر ہوتے ہیں۔
لعنت	برائی	قرض ایک لعنت ہے۔
بیدار کرنا	جگانا	غافلوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنا ہمارا فرض ہے۔
دستور	قانون	ملک کے دستور کے خلاف کوئی کام کرنا جرم ہے۔

جوابات:۔

نمبر۱۔ ڈاکٹر بھیم راؤ سکپال ڈاکٹر امبیڈکر کا پورا نام تھا۔ امبیڈکر انہیں اپنے استاد کی طرف سے ملنے والا نام تھا۔ ان کا تعلق چھوٹی ذات کے مہار خاندان سے تھا۔

نمبر۲۔ ستارا کے ایک اسکول میں امبیڈکر نامی ایک استاد بھیم راؤ سے بہت پیار کرتے تھے۔ وہ ذات پات کے فرق کو نہیں مانتے تھے۔ بھیم راؤ کا یہ رشتہ اپنے استاد کے ساتھ ایسا گہرا ہوا کہ بھیم راؤ نے لفظ امبیڈکر اپنے نام کیساتھ جوڑ کر اس رشتے کو اور مضبوط بنا دیا۔

نمبر۳۔ چھوت چھات کی لعنت کی وجہ سے ملک کے کچھ طبقوں کو ظلم اور ناانصافیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ملک کے لوگ فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ تعلیم جیسی بیش قیمت نعمت حاصل کرنے سے محروم رہ گئے۔ اس طرح وہ لوگ غربت اور جہالت کے شکار ہوئے۔ قومی اتحاد میں رخنہ پڑ گیا۔

نمبر۴۔ بھیم راؤ امبیڈکر نے چھوت چھات اور ذات پات کی تفریق کو مٹانے کے علاوہ جو سب سے اہم کارنامہ انجام دیا وہ ملک کا آئین مرتب کرنا تھا۔

تذکیروتانیث:۔

مصیبت	دوسروں 'کی' مصیبت پرخوش ہونا نادانی ہے۔
راستہ	بھٹکے ہوئے لوگوں کوصحیح راستہ 'دکھانا' ہمارا فرض ہے۔
تعلیم	بچوں کو چاہیئے کہ وہ 'اپنی' تعلیم پر توجہ دے۔
رکاوٹ	کیا آپ کو منزلِ مقصود حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش 'آئی' ؟
محنت	محنت کبھی رائیگاں نہیں 'ہوتی' ہے۔
موقع	زندگی میں اپنی قابلیت ظاہر کرنے 'کا' موقع ضرور ملے گا۔
جہالت	علم حاصل کرنے سے جہالت دور 'ہوتی' ہے۔
ظلم	کسی پر ظلم 'کرنا' گناہِ کبیر ہے۔
خوف	دل میں خدا 'کا' خوف ہونا چاہیئے۔
قوم	'اپنی' قوم کی بھلائی کا خیال رکھنا چاہیئے۔

جماعت دہم سبق ۱۱۔ شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ

شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ ۱۷۸۸ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ باقاعدہ طور پر تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن اپنی ذہانت اور محنت سے علمی صلاحیت پیدا کر لی تھی۔ غزل گوئی کے قابلِ ذکر شاعر ہونے کے علاوہ قصیدہ نگاری میں بھی اپنی پہچان بنائی ہے۔ اُنھوں نے اپنے کلام میں نیا پن پیدا کرنے اور زبان اور محاورے کی صفائی پر خاص توجہ دی ہے۔ ذوقؔ نے زبان پر کافی محنت کی ہے۔ بہت سے اردو محاوروں کو اپنی شاعری میں استعمال کیا ہے۔ زندگی کی حقیقتوں کو بے نقاب کیا ہے۔ کئی جگہ زندگی کی سچائیاں اس انداز سے بیان کی ہے کہ سننے والا اور پڑھنے والا واہ واہ کئے بغیر نہیں رہتا ہے۔

غزل

لائی حیات، آئے، قضا لے چلی، چلے　　　اپنی خوشی نہ آئے، نہ اپنی خوشی چلے

شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ غزل کے پہلے شعر میں فرماتے ہیں کہ زندگی انسان کو دنیا میں لے کر آتی ہے اور موت کی صورت میں دنیا سے لے جاتی ہے۔ یعنی نہ انسان دنیا میں اپنی مرضی سے آتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے یہاں سے چلا

جاتا ہے۔ وہ قدرت کے ہاتھوں بے بس ہوتا ہے۔ اس کی حیثیت ایک کھلونے کی مانند ہوتی ہے۔ اس شعر میں شاعر نے انسان کی بے بسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ہو عمرِ خضر بھی تو کہیں گے بہ وقتِ مرگ   ہم کیا رہے یہاں، ابھی آئے ابھی چلے

اس شعر میں شاعر انسان کی مختصر زندگی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر انسان کو حضرت خضرؑ کی طرح لمبی عمر بھی عطا کی جائے تب بھی وہ مطمئن نہیں ہوگا اور یہ شکایت کرے گا کہ میں نے دنیا میں ابھی کتنا ہی وقت گزارا کہ مجھے جانے کا پیغام آیا۔ اس شعر میں شاعر نے انسان کی ناشکری کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ہم سے بھی اس بساط پہ کم ہوں گے بدقمار   جو چال ہم چلے سو نہایت بری چلے

اس شعر میں شاعر فرماتے ہیں کہ جس طرح ایک جواری جیتنے کے لئے طرح طرح کی چال چلتا ہے اسی طرح میں نے بھی زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے کئی تدابیر سے کام لیا۔ پر میری ہر تدبیر ناکام ثابت ہوئی۔ کوئی بھی طریقہ کارگر ثابت نہ ہوا۔ اس شعر میں شاعر نے دنیا کو جواری خانے اور خود کو ناکام جواری پر تشبیح دی ہے۔

بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے   پر کیا کریں جو کام نہ بے دل لگی چلے

اس شعر میں شاعر دنیا کی وابستگی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دنیا سے دل نہ لگانا ہی اچھا رہتا یعنی دنیا کی مشغولیات سے دور ہی رہتا۔ پر یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ ترکِ دنیا کر کے زندگی کا کارواں بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور جو بھی کام انسان دل لگا کر نہیں کرتا وہ کام بھی صحیح نہیں ہوتا۔

نازاں نہ ہو خرد پہ جو ہونا ہے ہو وہی   دانش تری، نہ کچھ مری دانش وری چلے

شاعر اس شعر میں انسان سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے انسان تو اپنی عقل پر غرور مت کر۔ اس دنیا میں وہی ہو کر رہتا ہے جو خدا کی مرضی ہوتی ہے۔ یہاں تیری اور میری عقلمندی کام نہیں آئے گی۔ قدرت کے فیصلے کے سامنے سر خم کرنا پڑے گا۔ قدرت کے ہاتھوں تمہاری حیثیت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں۔

الفاظ	معنی	جملے
حیات	زندگی	حیات میں ہی آخرت کا سامان تیار کرنا چاہیئے ۔
قضا	موت	قضا سے کوئی نہیں بچ سکتا۔
عمرِ خضرؑ	لمبی عمر	عمرِ خضرؑ پا کر بھی انسان مطمئن نہیں رہے گا۔
مرگ	موت	بیمار قریب المرگ ہے۔
بساط	وہ کپڑا جس پر شطرنج کھیلتے ہیں۔	جواری بساط بچھائے ہوئے بیٹھے ہیں۔
بدقمار	ناکام جواری	تم تو بدقمار ثابت ہوئے۔
نازاں ہونا	گھمنڈ ہونا	انسان کو کسی بھی خوبی پر نازاں نہیں ہونا چاہیئے ۔
خِرد	عقل	ہمیشہ اپنی خرد کا استعمال کرنا چاہیئے ۔
دانش	سمجھ بوجھ	دانش سے کام لینے والے ہی کامیاب ہوتے ہیں۔
دانشوری	سمجھداری	ہمیشہ دانشوری سے کام لینا چاہیئے ۔

جوابات:۔

نمبر۱۔ پہلے شعر میں شاعر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نہ دنیا میں آتے وقت انسان خوش ہوتا ہے اور نہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت وہ خوش ہوتا ہے۔ وہ خدا کی مرضی کے سامنے بے بس ہوتا ہے۔ نہ پیدا ہونا اُس کے ہاتھ میں ہوتا ہے، نہ مرنا اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ زندگی اسے دنیا میں لاتی ہے اور موت اس کو یہاں سے واپس لے جاتی ہے۔

نمبر۲۔ ”ابھی آئے، ابھی چلے“ سے شاعر کی یہ مراد ہے کہ انسان لمبی عمر پا کر بھی مطمئن نہیں ہوتا ہے۔ اگر انسان کو حضرت خضرؑ کی طرح عمرِ دراز بھی عطا کی جائے تب بھی وہ مرتے وقت خوش نہیں ہوگا۔ وہ یہی کہے گا کہ میں دنیا میں ابھی آیا اور ابھی مجھے جانے کو کہا جا رہا ہے۔

نمبر۳۔ دنیا سے دل لگانے کے معنی ہیں کہ دنیا کی مشغولیات میں کھو جانا، دنیا کی چہل پہل اور مصروفیات میں ڈوب جانا، دنیا سے وابستگی رکھنا۔

نمبر۴۔ شاعر نے عقل پر فخر کرنے سے اس لئے منع کیا ہے کیونکہ قدرت کے فیصلوں کے سامنے انسان کی عقل کام نہیں آتی ہے۔ انسان کی حیثیت قدرت کے سامنے ایک کھلونے سے زیادہ نہیں ہے۔ انسان اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا ہے۔ وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔

متضاد الفاظ

حیات	موت
خوشی	غم
بہتر	بدتر
مرگ	زیست
بُری	بھلی

جماعت دہم نمبر۱۶۔ نظم ''پہاڑ اور گلہری'' از ڈاکٹر سر محمد اقبال

علامہ اقبالؔ کا شمار اردو کے بلند ترین شاعروں اور مفکروں میں ہوتا ہے۔ آپ ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے ہیں۔ آپ کو بچپن سے ہی شاعری کا شوق تھا کیونکہ آپ میں علمی، ادبی اور فنی شاعرانہ خوبیاں موجود تھیں۔ حُب الوطنی کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اقبالؔ اردو کے سب سے بڑے فلسفی شاعر ہیں۔ آپ کی شاعری میں عمل کا پیغام ملتا ہے۔ آپ بے عمل کو موت کے برابر سمجھتے ہیں۔ آپ کے خیال میں زندگی اصل میں مسلسل آگے بڑھنے کا نام ہے۔

اقبالؔ نے بچوں کے لئے جو نظمیں لکھی ہیں ان میں ''بچے کی دعا'' ''قومی ترانہ'' ''ہمدردی'' ''پہاڑ اور گلہری'' ''جگنو'' ''پرندے کی فریاد'' اور ''ماں کا خواب'' وغیرہ بہت مقبول ہوئیں۔ ان نظموں کے ذریعے اقبالؔ نے بچوں میں بلند خیالی، ایمانداری، سچائی، بھائی چارہ، انصاف پسندی، ہمدردی، انسانی جذبہ، مِل جل کر ساتھ رہنے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے جیسی صفات پیدا کی ہیں۔

علامہ اقبالؔ کے اردو کلام کے مشہور مجموعے ''بانگ درا'' ''بالِ جبریل'' اور ''ضربِ کلیم'' ہیں۔ آپ کی ادبی اور فنی شاعرانہ خوبیوں نے آپ کو فضیلت بخشی۔ آپ کا کلام ذوقِ عملی، یقینِ محکم، خلوص و محبت اور

انسانیت کے جذبات سے بھرپور ہے۔آپ الفاظ کی تہوں میں معنی کے دریا بہا دیتے ہیں۔آپ کی قادرالکلامی کے سبب آپ کو شاعرِ مشرق کہا جاتا ہے۔آپ کی کئی کتابیں اردو کے علاوہ فارسی اور انگریزی میں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ اوران کی شاعری کے ترجمے دنیا کی بہت سی زبانوں میں کیئے گئے ہیں۔

خلاصہ

اس نظم کو اقبال نے پہاڑ اور گلہری کی گفتگو میں پیش کیا ہے۔ایک دن پہاڑ نے گلہری سے کہا تو اتنی چھوٹی ہے اوراس پر اتنا گھمنڈ ہے۔اپنے آپ کو سمجھدار، باشعور، تمیزدار اور عاقل سمجھتی ہیں۔ یہ خدا کی بڑائی ہے کہ کہ تمہیں کسی قابل بنایا ہے۔تمہیں شرم سے پانی میں ڈوب مرنا چاہیئے ۔میرے سامنے تیری کوئی حیثیت ہی نہیں۔ میری شان وشوکت کے سامنے اتنی وسیع زمین بھی پست ہے۔ تیرااور میرا کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ مجھے خدا نے وہ بلندی عطا کی ہے جو دنیا میں کسی کو نہیں دی۔تمہاری تو بات ہی نہیں۔تمہاری ایسی نصیب کہاں؟ پہاڑ کی یہ باتیں سُن کر گلہری نے جواب دیا۔سوچ سمجھ کر بات کرو۔ ہوش سے کام لو اور اپنے دل سے یہ خیالات نکال کہ خدا نے تمہیں بڑائی عطا کی ہے۔ مجھے چھوٹا ہونے کا کوئی غم نہیں ہے۔دنیا میں قدرت نے اپنی دانائی سے ہر چھوٹی بڑی چیز کو بنایا ہے۔ ہرایک چیز کی اپنی اپنی افادیت ہے۔اگرچہ خدا نے تمہیں دنیا میں سب سے بڑا بنایا ہے لیکن مجھ جیسی خوبی تم کو نہیں بخشی ہے۔خدا نے مجھ کو آسانی سے درخت پر چڑھنے کی صلاحیت عطا کی ہے اور تم ایک قدم بھی نہیں ہل نہیں سکتے ہو تم میں ایک خوبی ہے کہ بڑائی عطا کی ہے۔اتنا بڑا ہو کر ذرا ایک سپاری ہی توڑ کر دکھاؤ۔ یہ دنیا ایک کارخانے کی مانند ہے اوراس کارخانے میں کوئی بھی چیز فضول نہیں بنائی گئی ہے۔

الفاظ	معنی	جملے
شعور	سمجھ	ہمیشہ اپنے شعور سے کام لینا چاہیئے
ناچیز	معمولی	دل میں ندامت کا جذبہ رکھنے والا اپنے آپ کو ناچیز سمجھتا ہے۔
باتمیز	تمیزدار	باتمیز بچے ہر دل میں جگہ کر لیتے ہیں۔
بساط	حیثیت	ہمیں اپنی بساط کے مطابق پاؤں پھیلانے چاہیئے ۔
پست	کم درجہ	خدا کی نظروں میں کوئی پست نہیں ہوتا ہے۔

آن بان	شان وشوکت	بادشاہ بڑی آن وبان سے دربار میں داخل ہوا۔
حکمت	دانائی	خدا نے دنیا اپنی حکمت سے وجود میں لائی ہے۔
نِری	صرف	کامیاب امیدواروں کو ہی نری انٹرویو کے لئے بلایا گیا ہے۔
ہنر	فن	ہر انسان کو کوئی نہ کوئی ہنر سیکھنا چاہیئے ۔
نکمی	بیکار	دنیا میں کوئی بھی چیز نکمی نہیں بنائی گئی ہے۔

جوابات:۔

نمبر۱۔ پہاڑ نے گلہری سے چھوٹا ہونے پر طعنہ دے کر ڈوب مرنے کو اس لئے کہا کیونکہ پہاڑ کی بڑائی کے سامنے گلہری ایک حقیر اور ادنیٰ جانور ہے۔ اس لئے اسے شرم سے ڈوب مرنا چاہیئے ۔

نمبر۲۔ گلہری نے پہاڑ کو یہ جواب دیا کہ اپنے دل سے یہ گمان نکال کہ خدا نے تمہیں بڑائی عطا کی ہے۔ جو ہنر مجھے نصیب میں ملا ہے وہ ہنر تم کہاں سے لاؤ گے؟ دنیا میں ہر چھوٹی بڑی چیز کو الگ الگ خصوصیت بخشی گئی ہے۔ تم ایک قدم بھی نہیں ہلا سکو گے جب کہ میں درخت پر آسانی سے چڑھ سکتی ہوں۔ دنیا میں کوئی بھی چیز بیکار نہیں بنائی گئی ہے۔

نمبر۳۔ پہاڑ نے اپنی بڑائی میں یہ کہا کہ مجھے بلند وبالا بنایا گیا ہے۔ اتنی وسیع وعریض زمین بھی میرے سامنے پست ہے۔ مجھے شان وشوکت بخشی گئی ہے۔ میری بڑائی کا دنیا میں مقابلہ ہی نہیں اور تمہاری تو بات ہی نہیں۔

نمبر۴۔ قدرت کے اس کارخانے میں چھوٹی بڑی چیزیں بنائی گئی ہیں۔ ہر چیز کی اپنی اپنی خوبی ہے، اپنی اپنی صلاحیت ہے، اپنی الگ افادیت اور اپنی الگ پہچان ہے۔ جب انسان ان چیزوں پر غور کرتا ہے تو ان میں قدرت کی حکمت کا پتا چلتا ہے۔

نمبر۵۔ گلہری خدا کی مدد سے پہاڑ پر چڑھ سکتی ہے جب پہاڑ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا ہے۔ گلہری اخروٹ،

بادام، سپاری وغیرہ کوتوڑسکتی ہے جب کہ پہاڑ ایسا سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔

مرکزی خیال:۔

نظم ''پہاڑ اور گلہری'' کا مرکزی خیال یہ ہے کہ دنیا میں کسی بھی چیز کو دوسری چیز بھی برتری حاصل نہیں ہے۔ ہر چیز کی اپنی اپنی اہمیت ہے۔ دنیا کے اس کارخانے میں کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہے۔ شاعر نے اس نظم کے ذریعے اونچ نیچ کی تفریق کو مٹانے کی کوشش کی ہے۔

جماعت دہم سبق ۱۷۔ ''رضیہ سلطان''

رضیہ سلطان دہلی کے بادشاہ التتمش کی بیٹی تھی۔ التتمش کے بیٹے عیاش تھے اس لئے باپ نے اسے اپنا جانشین مقرر کردیا اور رضیہ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے زیادہ ذہین، محنتی اور ہوشیار تھی۔ بادشاہ کی موت کے بعد وزیر نے وصیت سنائی اور ترک امیروں کو یہ سننا گوارا نہ ہوا کہ ایک عورت دلی کے تخت و تاج کی مالک ہو۔ یہ دیکھ کر رضیہ نے اپنے بدلے اپنے بھائی رکن الدین کا نام پیش کیا۔ حکومت ہاتھ میں آتے ہی رکن الدین اپنی عیاشی اور ماں کی زیادتیوں کی وجہ سے اس قدر بدنام ہوگیا کہ دلی کے لوگوں نے اس کو گرفتار کرکے موت کے گھاٹ اتار دیا اور رضیہ کی تخت نشینی کا اعلان کر دیا۔ تخت نشین ہونے کے بعد رضیہ نے بہادری سے مشکلات کا سامنا کیا اور بادشاہوں کی طرف ''قبا'' اور ''کلاہ'' پہنی۔ ملک کے حالات درست کئے اور عوام کی خوشحالی کا ہر طرح سے خیال رکھا۔ رضیہ اچھی گھوڑسوار تھی اسے جنگی اسلحوں کے استعمال کا ہنر بھی آتا تھا۔

رضیہ سلطان باقاعدہ دربار لگاتی تھی۔ اس نے حکومت کے اختیارات کو چالیس امیروں میں بانٹا۔ ''میر آخور'' کا عہدہ ایک حبشی غلام یاقوت کو دیا کیونکہ وہ ایمان دار اور جفاکش تھا۔ تُرک امیروں کو یہ بات پسند نہ آئی اُنہوں نے رضیہ کو تخت سے اتارنے کی سازش کی اور بھٹنڈا کے گورنر التونیہ کو بہکا کر بغاوت کروادی۔ جب وہ بغاوت کو کچلنے کے لئے بھٹنڈا پہنچی۔ اُسے قید کرلیا گیا۔ رضیہ کے بھائی بہرام کو تخت پر بٹھا دیا گیا مگر بہرام کمزور بادشاہ ثابت ہوا۔ التونیہ کو جب غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے رضیہ کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور دونوں نے شادی کی۔ اب رضیہ اور التونیہ نے دلی کا تخت واپس لینے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے کچھ ترک امیروں اور راجپوتوں کی مدد سے دلی پر حملہ کیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ رضیہ نے ہمت تو دکھائی مگر اسے شکست ہوئی اور اسے قتل کر دیا گیا۔ رضیہ نے صرف

ساڑھے تین سال حکومت کر کے ہمت و حوصلے اور حُسنِ انتظام سے ثابت کر دیا کہ وہ اعلیٰ درجے کی حکمران تھی۔

الفاظ	معنی	جملے
واحد	اکیلا	خدا کے بعد اکبر اپنے والدین کا واحد سہارا ہے۔
وصیت	موت سے پہلے کی جانے والی ہدایت	وصیت کے مطابق باپ کی جائداد بچوں میں تقسیم کی گئی۔
کلاہ	ٹوپی	رضیہ سلطان کلاہ پہن کر جنگ لڑتی تھی۔
محافظ	حفاظت کرنیوالا	وزیرِ اعلیٰ کا محافظ ایماندار اور انصاف پسند ثابت ہوا۔
صلہ	بدلہ	احسان کا صلہ احسان سے دینا چاہیئے۔
جفاکش	محنتی	جفاکش مزدور کی مزدری میں برکت ہوتی ہے۔
حسنِ انتظام	اچھا انتظام	ملکہ کا حسنِ انتظام دیکھ کر رعایا دنگ رہ گئی۔
حکمران	حاکم	حکمران کو حسنِ انتظام سے رعایا کا دل جیتنا چاہیئے۔
عالم	علم والا	دنیا میں عالم کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

جوابات:۔

نمبر۱۔ رضیہ سلطان ہندوستان کی پہلی ذہین، محنتی، حوصلہ مند، اور ہوشیار ملکہ تھی جو دلی کے تخت پر بیٹھی۔ رضیہ نے تھوڑی مدت حکومت کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اعلیٰ درجے کی حکمران تھی اور مردوں سے کسی طرح کم نہیں۔

نمبر۲۔ رکن الدین دہلی کے بادشاہ التتمش کا عیاش بیٹا تھا۔ اپنی عیش پسندی اور ماں کی زیادتیوں کی وجہ سے وہ اس قدر بدنام ہو گیا کہ لوگوں نے اسے گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

نمبر۳۔ التتمش کی وصیت یہ تھی کہ میری موت کے بعد بیٹوں کے بدلے رضیہ کو تخت پر بٹھایا جائے کیونکہ وہ اس بات سے واقف تھے کہ رضیہ کے بغیر کسی اور میں حکومت چلانے کی صلاحیت نہیں ہے۔

نمبر۴۔ تخت نشینی کے بعد رضیہ نے عہد کیا کہ میں عوام کی بھلائی اور سلطنت کی ترقی کے لئے کام کروں گی اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھوں گی جب تک یہ ثابت نہ کروں کہ میں مردوں سے کم نہیں۔

نمبر۵۔ رضیہ نے ''میر آخور'' کا عہدہ ایک حبشی غلام یاقوت کو دیا۔ جس پر اسے ترک امیر ناراض ہوئے۔

نمبر۶۔ رضیہ کی فوج کا مقابلہ التونیہ کی فوج کے ساتھ ہوا۔ بعد میں رضیہ اور التونیہ کی فوج نے مل کر بہرام کی فوج کا مقابلہ کیا۔

نمبر۷۔ رضیہ نے صرف ساڑھے تین سال حکومت کی لیکن اس مختصر مدت میں اس نے ہمت، حوصلے اور حُسنِ انتظام سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اعلیٰ درجے کی حکمران تھی۔

واحد	جمع	مذکر	مونث
امیر	امراء	بادشاہ	ملکہ
فوج	افواج	عالم	عالمہ
مشکل	مشکلات	بھائی	بہن
بیگم	بیگمات	بیٹا	بیٹی
اختیار	اختیارات		
کتاب	کتب		

متضاد الفاظ

بھلائی	برائی	امن	جنگ
خوشحالی	بدحالی	شکست	جیت

محاورات	معنی	جملے
میدان چھوڑنا	بھاگ جانا	بزدل سپاہی میدانِ جنگ چھوڑ کر جاتے نہیں۔
ہتھیار ڈالنا	ہار ماننا	دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنا بزدلی ہے۔
موت کے گھاٹ اتارنا	ہلاک کرنا	دیس کے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر ہی دم لوں گا۔

جماعت دہم　　سبق نمبر۔۲۰　　اونتی

"اونتی" جاپانی لوک کہانی کا ترجمہ ہے۔

اونتی ایک خوش مزاج اور ہنس مکھ نوجوان تھا۔ غریبوں کا غمخوار ہونے کی وجہ سے لوگوں میں ہردلعزیز بن گیا تھا۔ مگر کچھ لوگ اس کی اس خوبی سے جلتے تھے اور اس کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے مگر اونتی میں وہ خاصیت تھی کہ وہ انہیں لاجواب کیئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ ایک دن اونتی کو تنگ طلب کرنے کیلیئے ایک آدمی نے اس سے کہا کہ رات کو سوتے وقت میرا منہ کھلا رہ گیا تھا۔ چوہا میرے منہ میں گُھس کر میرے پیٹ میں چلا گیا۔ اب میں کیا کروں؟ اونتی نے جواب دیا کہ تم زندہ بلی کو پکڑ کر نگل جاؤ۔

دوسری دفعہ اونتی کسی بارات میں گیا۔ کھانا کھاتے وقت اس نے دیکھا کہ ایک مہمان نہ صرف کھانا کھا رہا ہے بلکہ جیب میں بھی مٹھائیاں بھرتا جا رہا ہے۔ اونتی نے چائے کی کتیلی اُٹھائی اور اس مہمان کی جیب میں انڈیلنے لگا۔ چائے انڈیلتے وقت اونتی نے اسے کہا کہ آپ کی جیب نے بہت ساری مٹھائیاں کھائی ہیں اس لئے اس کی پیاس بجھانے کیلیئے میں اسے چائے پلا رہا ہوں۔

ایک بار تین غیر ملکی تاجروں نے بادشاہ کے دربار اپنے تین سوالوں کا جواب جاننا چاہا لیکن کوئی بھی ان کے سوالوں کا جواب نہ دے پایا۔ کسی نے باشاہ کو رائے دی کہ ہمارے ملک میں اونتی نام کا ایک آدمی ہے جو ان کے سوالوں کا دے سکتا ہے۔ بادشاہ کے بلانے پر اونتی حاضر ہوا اور اس نے تاجروں کو سوال پوچھنے کے لئے کہا۔ تاجروں نے سوال پوچھے۔ اونتی نے اپنے جواب سے انہیں مطمئن کر دیا۔

الفاظ	معنی	جملے
تامل	جھجھک	بغیر کسی تامل کے بچے نے اپنے دل کی بات ماں سے کہہ دی۔
حسد	جلن	بے ضمیر لوگ دل میں دوسروں کا حسد رکھتے ہیں۔
متعجب	حیران ہونا	بچے کا جواب سن کر حاضرین متعجب ہوئے۔
حمایت	ساتھ دینا	اصول پسندوں کی حمایت کرنا عقلمندی ہے۔
حاضر جوابی	سوال کا فورا جواب دینا	تمہاری حاضر جوابی سے سب لوگ متاثر ہوئے۔

جوابات

نمبر۱:۔ اونتی نے زمین کا مرکز اپنے گدھے کے اگلے دائیں قدم کی طرف بتایا۔

نمبر۲۔ اونتی نے اس سوال کے جواب میں بتایا کہ میرے گدھے کے جسم پر جتنے بال ہیں، آسمان پر اتنے ہی تارے ہیں۔

نمبر۳۔ سرائے والا مزدور سے مرغی کے ایک کباب کی قیمت ایک ہزار روپے وصول کرنا چاہتا تھا۔ جب کہ مزدور ایک کباب کی اتنی قیمت دینے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اسی بات پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔

نمبر۴۔ اونتی نے سرائے والے اور مزدور کے جھگڑے کو حل کرنے کیلئے یہ جواب بتایا کہ جس طرح بُھنے ہوئے گیہوں سے پودے اُگ نہیں سکتے، اسی طرح بُھنی ہوئی مرغی انڈے نہیں دے سکتی۔ اونتی کی اس دلیل سے منصف نے اتفاق کیا۔

محاورات	معنی	جملے
نیچادکھانا	ذلیل کرنا	دوسروں کو نیچادکھانے والا اپنی ہی نظروں سے گرجاتا ہے۔
منہ لٹکانا	ناراضگی کا اظہار کرنا	محفل میں منہ لٹکائے بیٹھنا آدابِ محفل کے خلاف ہے۔
بغلیں جھانکنا	شرمندہ ہونا	کبھی ایسا کام نہیں کرنا چاہیئے جس پر بغلیں جھانکنا پڑے گا۔

جماعت دہم سبق نمبر۱۹۔ نظم ''اے شریف انسانو'' از ساؔحر لدھیانوی

ساؔحرلدھیانوی

ساؔحرلدھیانوی ۱۹۲۱ء میں لدھیانہ (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ان کا اصلی نام عبدالحی تھا۔ طالبِ علمی کے زمانے سے شاعری کرتے تھے ۱۹۴۷ء میں تقسیمِ ملک کے بعد روزگار کی تلاش میں ممبئی پہنچے۔ وہاں انہوں نے فلموں کے لئے گیت لکھنے شروع کئے۔اپنی شاعری سے ہندوستانی فلموں میں گانوں کے معیار کو بہت بلند کیا۔اپنے زمانے کے مشہور گیت کار تھے۔عوام کے دکھ درد کا احساس اور ماحول کی کشمکش کا اثر ان کے گیتوں میں نمایاں ہے۔''تلخیاں'' ''آؤ کہ کوئی خواب بنیں'' ان کی شاعری کے مقبول مجموعے ہیں۔''گاتا جائے بنجارہ'' میں ساؔحر کے فلمی گیت یکجا کردئے گئے ہیں،ساؔحر کی ''پرچھائیاں'' اردو کی طویل نظموں میں ایک خاص حیثیت رکھتی ہے۔

نظم ''اے شریف انسانو''

خلاصہ

ساؔحرلدھیانوی اس نظم میں شریف انسانوں سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ اے شریف انسانو! ایک دوسرے کا خون بہانے سے گریز کرو۔آخر خون انسان کا ہی بہتا ہے۔چاہے وہ اپنا ہو یا غیر ہو۔دنیا کے جس بھی ملک میں جنگ لڑی جائے۔امن میں رخنہ پڑتا ہے۔ساری دینا پر اس جنگ کا اثر پڑتا ہے۔بموں کا استعمال جہاں بھی کیا جائے،چاہے وہ سرحد ہو یا کوٹھیاں۔نقصان تو نقصان ہی ہے۔جنگ سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔دشمنوں کے کھیت ہو یا اپنے،فصل تباہ ہونے سے بچ نہیں جاتا ہے۔لوگ اناج کے دانوں کے لئے ترس جاتے ہیں۔تعمیر

اور ترقی کا سارا کام رُک جاتا ہے۔ جنگ لڑی جانے والے ہتھیاروں کا استعمال جہاں بھی کیا جائے، آخر زرخیز زمین ہی ناکارہ ہو جاتی ہے۔ جانداروں کو ہی فاقوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بھوک سے تڑپنا پڑتا ہے۔ چاہے ہار کا ماتم منایا جائے یا جیت کا جشن، انسانیت کا ہی قتل ہوتا ہے۔ جنگ کسی مسئلے کا حل نہیں ہے، جنگ بذاتِ خود ایک مسئلہ ہے۔ جنگ سے مسائل بڑھ ہی جاتے ہیں۔ اناج کی قلت ہوتی ہے، ضروریاتِ زندگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ پانی کی طرح خون بہہ جاتا ہے۔ زندگی مشکلات سے دوچار ہوتی ہے۔ اس لئے اے شریف انسانو! جہاں تک ممکن ہو سکے، جنگ کو ٹالتے رہو، اور اپنے اور دوسروں کے گھروں میں امن کی شمع جلانے کی کوشش کرو یعنی امن قائم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرو، کیونکہ جنگ سے بربادی اور تباہی کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوتا ہے۔

الفاظ	معنی	جملے
نسلِ آدم	آدم کی نسل	نسلِ آدم کو دنیا میں امن و امان قائم رکھنے کی کوشش کرنی چاہئیے۔
احتیاج	ضرورت	آج کل کے اکثر بچوں کو احتیاجِ زندگی کی ہر چیز گھروں میں دستیاب ہیں۔
زیست	زندگی	انساں کو اپنی زیست میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
جشن	خوشی کی تقریب	کھلاڑیوں نے رات بھر فتح کا جشن منایا۔
فتح	جیت	الیکشن میں فتح پا کر ہی دم لیں گے۔
روحِ تعمیر	تعمیر کا جذبہ	جنگ سے روحِ تعمیر کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

جوابات:۔

نمبر۱۔ ''روحِ تعمیر'' کے زخم کھانے سے شاعر کی یہ مراد تعمیر کے جذبے کو ٹھیس پہنچنا ہے۔ جنگ سے ملک کی ترقی اثر انداز ہوتی ہے اور تعمیرات کے کام میں رکاوٹ ڈالتی ہے۔

نمبر۲۔ دھرتی کی کوکھ بانجھ ہونے سے مطلب کہ جنگ میں جہاں ٹینکوں کا استعمال کیا جائے وہاں کی زمین قابلِ کاشت نہیں رہتی ہے یعنی ایک بانجھ عورت کی طرح فصل دینے کے قابل نہیں رہتی ہے۔

نمبر۳۔ شاعر نے جنگ کو امنِ عالم کا خون اس لئے کہا ہے کیونکہ دو ملکوں کی جنگ پوری دنیا پر اثر انداز ہوتی ہے۔

جنگ کرنے والوں کے ساتھ ہمسایہ ممالک بھی بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔بعض اوقات دوملکوں کی چھوٹی سی جنگ عالمی جنگ بن کررہ جاتی ہے۔

مرکزی خیال:۔

نظم ''اے شریف انسانو'' کا مرکزی خیال یہ ہے کہ جنگ انسانی ترقی اور خوشحالی کی دشمن ہے۔
جنگ سے مسائل حل ہونے کے بجائے بڑھ ہی جاتے ہیں۔ بربادی اور تباہی کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوتا۔
اس لئے جہاں تک ہوسکے جنگ کو ٹالنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔